سید الشہداء، عم رسول سیدنا حمزہ بن عبد المطلب۔ اسد اللہ واسد رسولہ حالات۔ فضائل۔ چند تاریخی مباحث

محمد فیصل حسن ☆

Abstract:

Hazrat Hamza was the great Companion of the Holy Prophet (peace be upon him).He was the paternal uncle, foster-brother, Cousin and Co-brother (Hum-Zulf) of the Holy Prophet. Hazrat Hamza converted to Islam, due to deep love of Holy Prophet, and then dedicated his whole life to Islam. Hazrat Hamza was remembered as a brave soldier in History of Islam. He was honoured by the title of the lion of Allah and his Prophet for his unparalleled bravery. In the battle field of Badr, Hazrat Hamza played a very crucial role against the infidels of Quraysh and killed many of them. In the battle of Uhud, Hazrat Hamza was one of the targets of the infidels, because many Quraishi heroes were killed by Hazrat Hamza in the battle of Badr, as a result at one stage of the battle, Abyssinian slave "Wahshi" with a lance, attacked him, he fell down on the ground and was martyred. After his martyrdom some Infidels brutally mutilated him. He was buried with rest of martyrs of Uhud.

☆ لیکچرار، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی۔

سید الشہد اء، عم رسول سیدنا حمزہ بن عبد المطلب ۔ اسد اللہ و اسد رسولہ حالات ۔ فضائل ۔ چند تاریخی مباحث

محمد فیصل حسن

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جو دور شروع ہوا وہ اسلامی تاریخ میں حیات رسول کے مکی دور کے عنوان سے معروف ہے۔ یہ دور دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ ابتدائی مسلمانوں کے بیش بہا صبر، قبول اسلام کے بعد گراں مایہ استقلال، اور عشق رسول کے انمول نقوش سے معمور ہے۔ یہ وہی دور ہے جس میں حضرت بلال کا نعرہ سرمدی احد احد ہم کو گونجتا سنائی دیتا ہے، حضرت ابوبکر کا بے ساختہ اور والہانہ استقبال اسلام ان کے عشق رسول و سعادت ذاتی کا اولین مصدق نظر آتا ہے، ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رسول خدا کے لئے ایک ڈھارس و سہارا اور اسلام کی اولین محسنہ کے طور پر نظر آتی ہیں، اس دور کے جتنے نقوش ہیں وہ سب صبر، ایثار، قربانی، خلوص اور اللہ و اس کے رسول کے عشق میں ڈھلے ہوئے اور کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے ہیں، یہ افراد، قرآن کی زبان میں سابقون الاولون ہیں، جن کی فضیلت بقیہ پوری امت اور یہاں تک بعد میں اسلام لانے والے صحابہ سے بھی کہیں زیادہ ہے، ایسے ایک پیکر شجاعت، جن کا عشق رسول، اسلام کی طرف ان کا اولین رہنما بنا، اور جن کو سابقون الاولون کے اس قافلے میں ایک بہت نمایاں حیثیت حاصل ہے، حضرت حمزہ بن عبد المطلب تھے۔ اعمام رسول میں وہ سب سے پہلے اسلام لائے اور پھر اسلام کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ جن کے فضائل، حالات زندگی اور رسول اللہ سے انتہائی قربت کے احوال کا جائزہ اس مضمون کا مقصود ہے۔

نام و نسب:

آپ کا نام و نسب کتب رجال میں اس طرح مذکور ہے۔ حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ (۱)

والدہ:

حضرت حمزہ کی والدہ ہالہ کا تعلق قریشی قبیلہ بنو زہرہ سے تھا۔ آپ کے والد اہیب (۲) بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ (۳) ہیں۔

کنیت:

آپ کی کنیت ابوعمارہ اور ابویعلی (۴) ہے۔

القابات:

آپ کے مشہور القابات، سید الشہداء (۵) اور اسد اللہ و اسد رسولہ (۶) ہیں۔

ابتدائی حالات زندگی:

سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب کی پیدائش رسول اللہ ﷺ سے دو یا چار سال قبل ہوئی اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔(۷) اس طرح آپ کی پیدائش ۵۶۸ء کے لگ بھگ ہوئی۔ ابن سعد کے مطابق جناب عبدالمطلب نے ایک ہی مجلس میں اپنا اور اپنے صاحبزادے جناب عبداللہ (والد گرامی رسالت مآب ﷺ) کا نکاح کیا، جناب عبدالمطلب کا نکاح ہالہ بنت اہیب سے ہوا جبکہ ہالہ کی چچازاد بہن حضرت آمنہ بنت وہب سے جناب عبداللہ کا نکاح ہوا۔ اس طرح نہ صرف حضرت حمزہ، رسول اللہ کے چچا تھے بلکہ رشتہ میں آپ خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ حضرت حمزہ کا ایک اور قریبی رشتہ آنحضرت ﷺ سے یہ تھا کہ آپ رسول اللہ کے رضاعی بھائی بھی تھے، آپ دونوں کو نہ صرف ابولہب کی کنیز ثویبہ نے دودھ پلایا تھا بلکہ حضرت حمزہ کی والدہ نے بھی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا، (۸) نیز ابن سعد کے مطابق ایک عرب خاتون نے بھی آپ دونوں کو دودھ پلایا تھا، (۹) اس طرح حضرت حمزہ کو نبی کریم سے رضاعت کے تعلق کا تہرا شرف حاصل تھا۔ حضرت حمزہ کی ایک اور قرابت داری رسول اللہ سے یہ تھی کہ آپؓ، آنحضرت ﷺ کے ہم زلف بھی تھے۔(۱۰) اس کی تفصیل یہ ہے کہ امہات المومنین میں سے حضرت زینب بن خزیمہ اور حضرت میمونہ بنت حارث اخیافی بہنیں تھیں۔(۱۱) ان کی والدہ کا نام ہند تھا، حضرت حمزہ کا نکاح ہند کی ایک اور صاحبزادی سلمیٰ بنت عمیس سے ہوا جو کہ حضرت زینب و حضرت میمونہ کی اخیافی بہن تھیں اس طرح حضرت حمزہ، آنحضرت ﷺ کے ہم زلف بھی تھے۔

حضرت حمزہ کی عمر دس سال تھی جب آپ کے والد جناب عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا، جناب عبدالمطلب کی اولاد میں سے، مقوم اور حجل آپ کے سگے بھائی اور حضرت صفیہ آپ کی سگی بہن تھیں۔(۱۲) آپ کے بچپن کے حالات کتب تاریخ و انساب میں دستیاب نہیں۔

قبول اسلام:

آپ کے قبول اسلام کا واقعہ مشہور و مقبول ہے۔ آپ کا شمار قریش کے بہادر و شجاع افراد میں ہوتا تھا، آپ شکاری اور تیر انداز بھی تھے،(۱۳) ابن ہشام کے مطابق ایک مرتبہ کوہ صفا کے قریب ابوجہل نے نبی کریم ﷺ سے بدتمیزی کی اور آپ کو اذیت دی تاہم نبی کریم نے اس کو کوئی جواب نہ دیا یہ سارا قصہ عبداللہ بن جدعان کی ایک کنیز دیکھ رہی تھی،(۱۴) اس نے سارا ماجرا حضرت حمزہ سے بیان کر جو اسی وقت شکار سے واپس تشریف لا رہے تھے، حضرت حمزہ یہ ماجرا سن کر غضبناک ہو گئے اور جا کر ابوجہل، جو اس وقت حرم میں موجود تھا اس کے سر پر زور سے اپنی کمان سے وار کیا اور اس کا سر پھاڑ دیا، اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی کہا کہ تو محمد کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ میں نے بھی محمد کا دین اختیار کر لیا ہے جو کچھ محمد کہتے ہیں وہی میں بھی کہتا ہوں اب اگر طاقت ہے تو میرے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرو۔ بنو مخزوم کے چند لوگوں نے اس وقت مداخلت کی کوشش کی تاہم ابوجہل نے ان کو روک دیا، اور کہا کہ ان کو جانے دو میں نے واقعی میں ان کے بھتیجے کے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔(۱۵) امام سہیلی نے الروض الانف میں یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت حمزہ

گو کہ نبی کریم کی محبت میں قبول اسلام کا اعلان تو کر بیٹھے تاہم ان کے دل میں کچھ کھٹک باقی تھی، وہ خود فرماتے ہیں کہ جب مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے کہا کہ میں بھی محمد ﷺ کے دین پر ہوں تو (بعدازاں) مجھے ندامت محسوس ہوئی کہ میں نے اپنے آباء اور اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے ساری رات قلق واضطراب میں گذاری، لمحہ بھر کے لئے بھی سو نہ سکا پھر میں کعبۃ اللہ کے پاس آیا اور اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کی کہ وہ حق کے لئے میرا سینہ کھول دے اور شک وشبہات دور کر دے، میری دعا ابھی مکمل ہی ہوئی تھی کہ مجھ سے باطل کا اندھیرا چھٹ گیا میرا دل نور یقین سے بھر گیا۔ صبح صبح میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا اور نبی کریم ﷺ کو اپنی قلبی کیفیت سے آگاہ کیا حضور ﷺ نے بارگاہ ربوبیت میں میری ثابت قدمی کیلئے التجا کی۔ (۱۶) اسی موقع پر سیدنا حمزہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں تہہ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ سچے ہیں اور میں آپ کے دین کی اعلانیہ اور کھل کر تبلیغ کروں گا۔ مجھے ساری کائنات بھی عطا کر دی جائے تو پھر بھی مجھے اپنا پہلا دین پسند نہیں۔ (۱۷) حضرت حمزہ نے قبول اسلام کے بعد کچھ اشعار بھی کہے جو امام سہیلی نے بیان کئے ہیں۔ (۱۸)

سیدنا حمزہ کے قبول اسلام کا واقعہ جتنا مشہور ہے درحقیقت اس کی سند اتنی ہی کمزور ہے۔ بنیادی طور پر یہ واقعہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے اور اس واقعے کو جس سند سے انہوں نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے قال ابن اسحاق حدثنی رجل من اسلم ان واعی۔ یعنی حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا یہ واقعہ جو شخص بیان کر رہا ہے ابن اسحاق نے اس کا نام ہی نہیں بیان کیا، بس اتنا کہا کہ وہ قبیلہ بنی اسلم میں سے تھا گویا اس خبر کا راوی ہی مجہول ہے۔ لہٰذا اس روایت کا درجہ حدیث معضل (۱۹) کا ہے، جو ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

ابن اسحاق کی اس روایت کو امام حاکم نے مستدرک (۳۔۲۳۱) میں، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (۲۔۲۱۳) میں، امام طبری نے اپنی تاریخ (۲۔۳۳۳) میں، ابن اثیر نے اسد الغابہ (۲۔۶۷) اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۴۔۴۳) میں بیان کیا ہے۔

ابن سعد نے طبقات (۳۔۸) میں یہی روایت مختصراً محمد بن کعب القرظی سے بواسطہ واقدی بیان کی ہے جو کہ جو متروکین میں سے ہے (یعنی واقدی پر کذب کی تہمت ہے)، لہٰذا ابن سعد کی بیان کردہ روایت بھی ضعیف ہے۔ بلاذری نے انساب الاشراف (۴۔۳۸۳) میں حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا واقعہ دو طریق پر بیان کیا ہے ایک تو بلاسند اور دوسری روایت واقدی کی ہے۔

اس واقعے کی سب سے اچھی سند وہ ہے جو امام طبرانی نے المعجم الکبیر (۳۔۱۵۳، حدیث نمبر ۲۹۶۲) میں بیان کی ہے امام طبرانی نے محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ سے یہی واقعہ بیان کیا ہے اور امام الہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کو مرسل قرار دیتے ہوئے تمام راویوں کو ثقات قرار دیا ہے۔ (۲۰) تاہم اس سند میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ گو یعقوب بن عتبہ ثقہ راوی ہیں تاہم ان کا تعلق طبقہ سادسہ سے ہے اور اس طبقے کے اصحاب کے بارے میں قول یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ (۲۱) غرض کہ عمومی طور پر اس واقعہ کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔ (۲۲)

درحقیقت حضرت حمزہ کا قبول اسلام، اسلام اور نبی کریم ﷺ کے لئے تقویت کا باعث ہوا اور اس بات پر عمومی طور پر مؤرخین متفق ہیں کہ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے بعد قریش کی ایذا رسانیوں میں کمی واقع ہوئی، (۲۳) خصوصاً آنحضرت کے

معاملے میں قریش نے نرمی اور احتیاط سے کام لیا تاہم اب ان کی زیادتیوں کا رخ عام مسلمانوں کی طرف ہو گیا۔(۲۴) حضرت حمزہ کا قبول اسلام باختلاف رائے ۲ نبوی (۲۵) یا پھر ۶ نبوی (۲۶) کا واقعہ ہے۔ ابن کثیر نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ جب ایمان لائے اس وقت تک ۳۸، ۳۹ افراد ایمان لا چکے تھے۔(۲۷)

سیدنا حمزہ کے قبول اسلام نگاہ رسالت مآب میں کیا حیثیت تھی اس کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کا فرمانا ہے،

سالت ربی ان یعضدنی باحب عمومتی الیه فعضدنی بحمز و العباس۔(۲۸)

یہ فرمان رسول بھی قبول اسلام سیدنا حمزہ کی بلند حیثیت کو آشکا کرتا ہے۔

ان اللّٰہ اکرمنی باسلام خیارا ھل بیتی، فیمینی حمز و شمالی جعفر۔(۲۹)

تبلیغ اسلام و ہجرت مدینہ:

اسلام لانے کے بعد حضرت حمزہ تبلیغ کے کام میں نبی کریم ﷺ کی بھرپور مدد کرنے لگے، اس دور میں نبی کریم ﷺ کے متعدد اصحاب تبلیغ اسلام کے فریضے میں اور نبی کریم کی نصرت وحمایت میں مصروف تھے، اس زمانے کا مکہ، نبی کریم اور اصحاب النبی کے خلاف معاندانہ جذبات سے لبریز تھا، دعوت الی اللہ کی پکار، توحید کی حمایت اور شرک و بت پرستی کی مخالفت اس زمانے میں گویا اہل مکہ کے مشترکہ ستم کو پکارنے، اور پورے نظام جاہلیت کو للکارنے والی بات تھی، اس کے باوجود حضرت حمزہ ان اصحاب رسول میں سے ایک تھے، جو دعوت و تبلیغ کا کام اعلانیہ کرتے تھے۔ ۷ نبوی میں مشرکینِ مکہ نے بنوہاشم اور بنومطلب کا مقاطعہ کرتے ہوئے شعب ابی طالب میں محصور کیا تو حضرت حمزہ بھی تین سال تک ایام محصوری کے مصائب وآلام برداشت کرتے رہے۔ ۱۳ نبوی میں ہجرت کا حکم ملنے کے بعد حضرت حمزہ بھی مدینہ ہجرت کر گئے، ابن ہشام کے مطابق، ہجرت کے بعد حضرتِ حمزہ کا مدینہ میں قیام حضرت کلثوم بن ہدم یا سعد بن خثیمہ کے گھر یا پھر بنی نجار میں اسعد بن زرارہ کے پاس ہوا۔(۳۰) یہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ میں عقد مواخا کر دیا۔(۳۱)

سرایا وغزوات میں شمولیت:

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کے حالات بتدریج بہتر ہونا شروع ہو گئے اور نہ صرف قریش کے مظالم سے ان کو نجات حاصل ہوئی بلکہ انصار مدینہ کی بھرپور اعانت کے باعث مہاجرین معاشی وسماجی طور پر ایک مستحکم مرتبے وحیثیت کا مالک بھی ہو گئے۔ مدینہ میں ہی احکام جہاد کا نزول ہوا، گویا قریش کو ان ہی کی زبان میں جواب دینے کا اب وقت آ گیا تھا۔ غزوات وسرایا کا جب آغاز ہوا تو مؤرخین کے مطابق رمضان ۱ھ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سواروں (جو سب کے سب مہاجرین میں سے تھے(۳۲)) پر مشتمل ایک دستہ حضرت حمزہ کی زیر امارت ساحلی علاقہ 'عیص' کی جانب روانہ کیا کہ وہ ایک قریشی قافلے کا پتہ لگائیں،

جو شام سے مکہ آ رہا تھا۔ اس قافلے میں تین سو آدمی تھے جن میں ابو جہل بھی تھا دونوں فریقین کا آمنا سامنا تو ہوا لیکن ابن ہشام کے مطابق قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو نے کوشش کر کے لڑائی کی نوبت نہ آنے دی اور حضرت حمزہ کسی کشت وخون کے بغیر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ (۳۳) یہی وہ سریہ ہے جب آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلا علم حضرت حمزہ کو عطا کیا تھا، جس کا رنگ سفید تھا اور علمبردار حضرت ابومرثد کناز بن حصین غنوی تھے۔ (۳۴) تاریخ میں یہ معرکہ سریہ سیف البحر اور سریہ حمزہ کے نام سے معروف ہے۔ بعدازاں غزوہ ابوا یا ودان، (۳۵) غزوہ ذوالعشیرہ (۳۶) اور غزوہ بنوقینقاع (۳۷) میں بھی علمبرداری کا شرف حضرت حمزہ کو ہی ملا۔

غزوہ بدر الکبریٰ:

اسلام و کفار کا اولین بڑا معرکہ غزوہ بدر الکبریٰ ہے، جو ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضرت حمزہ کا نہایت نمایاں کردار رہا اور آپ کی شجاعت کے محیر العقول کارنامے چشم فلک نے دیکھے۔ ابن ہشام کے مطابق کفر واسلام کے مابین فارق، اس لڑائی میں، پہلا قتل حضرت حمزہ کے ہاتھوں ہوا، جب آپ نے دشمن اسلام اسود بن عبدالاسد مخزومی کو قتل کیا۔ (۳۸) بعدازاں اس غزوہ کا آغاز مبارزت طلبی سے ہوا اور ابتدا کفار مکہ کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے اور انہوں نے اپنے مدمقابل طلب کیے، ابن سعد کے مطابق لشکر اسلام سے تین صحابہ جن کا تعلق انصار سے تھا، جن کے اسماء عوف، معاذ اور معوذ پسرانِ عفراء، یا ابن ہشام کے مطابق عوف، معاذ اور عبداللہ بن رواحہ تھا، ان کے مدمقابل ہوئے۔ تاہم یا تو قریشی جنگجوں نے یہ کہہ کر لڑنے سے انکار کر دیا کہ محمد یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں، ہماری قوم اور کفو کے لوگوں کو ہمارے مقابلے پر بھیجو (۳۹) اور یا خود حضور اقدس ﷺ نے پسند نہیں فرمایا کہ لڑائی کی ابتدا انصار سے ہو چونکہ یہ آمنے سامنے لڑائی کا پہلا موقع تھا لہٰذا آپ کو یہ پسند تھا کہ میدان مبارزت میں آپ کے اپنے اہل خاندان ہوں۔ چنانچہ آپ نے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث کو ان قریشی سرداروں سے لڑنے کا حکم دیا۔ (۴۰) حضرت عبیدہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا، حضرت حمزہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا اور حضرت علی کا ولید سے ہوا۔ (۴۱) حضرت حمزہ اور حضرت علی نے جلد ہی اپنے اپنے حریف کو جہنم رسید کر دیا، لیکن حضرت عتبہ اور عبیدہ لڑائی کے دوران زخمی ہو گے، جس پر حضرت حمزہ اور حضرت علی ایک ساتھ حملہ کر کے عتبہ کو بھی ڈھیر کر دیا۔ (۴۲) مبارزت طلبی کے بعد عام لڑائی کا آغاز ہوا۔ حضرت حمزہ کے ہاتھوں معرکہ بدر میں کئی کفار و مشرکین واصل جہنم ہوئے اور کفار کو بے اندازہ نقصان برداشت کرنا پڑا، اس کی گواہی خود امیہ بن خلف نے دی کہ جب معرکہ بدر ختم ہوا اور اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو عظیم کامیابی عطا کی، اس موقع پر بڑے بڑے سردارن مکہ یا تو قتل ہوئے یا گرفتار۔ امیہ بن خلف کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جب گرفتار کیا تو امیہ نے ان سے پوچھا کہ وہ شخص کون تھا جس نے سینے پر شتر مرغ کا پر سجایا ہوا تھا، حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ وہ حمزہ بن عبدالمطلب تھے، اس پر امیہ نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر یہ مصیبتیں نازل کی ہیں۔ (۴۳) غزوہ بدر کے موقع پر حضرت حمزہ کے ہاتھوں قتل کیے گے مشرکین کے نام یہ ہیں: (۴۴)

۱۔ حنظلہ بن ابی سفیان

۲۔ عتبہ بن ربیعہ

۳۔ شیبہ بن ربیعہ

۴۔ طعیمہ بن عدی

۵۔ زمعہ بن اسود

۶۔ عقیل بن اسود

۷۔ ابو قیس بن ولید بن مغیرہ

۸۔ اسود بن عبد الاسد

۹۔ نبیہ بن الحجاج (۴۵)

۱۰۔ عائذ بن سائب (۴۶)

غزوہ احد:

ہجرت مدینہ کے تیسرے سال، قریش مکہ نے ایک بار پھر دین حق کو ختم کرنے کی بھر پور سعی کی اور اپنا کل مال و متاع وقوت مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ایک نئے معرکے میں جھونکنے کا فیصلہ کیا، حق و باطل کے مابین ہونے والا یہ معرکہ تاریخ میں غزوہ احد کے نام سے معروف ہے۔ اس غزوہ کے موقع پر جناب رسالت مآب ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ مدینے میں رہ کر مقابلہ کیا جائے لیکن بعد ازاں صحابہ کرام کے مشوروں کو شرف بخشتے ہوئے آپ نے کھلے میدان میں مقابلے کا فیصلہ کیا، یہ معرکہ احد پہاڑ کے دامن میں لڑا گیا۔ ابتدا اس جنگ میں مسلمانوں کو بھر پور کامیابی ملی تاہم دوران جنگ ایک غلطی نے جنگ کا پانسہ بدل دیا اور مسلمان شدید دباؤ میں آگئے۔ گو کہ یہ جنگ بے نتیجہ رہی تاہم اس جنگ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان اٹھانا پڑا، اور خود حضور اقدس ﷺ بھی کفار کے ہاتھوں زخمی ہو گئے۔ اس جنگ کا ایک بہت بڑا نقصان حضرت حمزہ کی شہادت کا تھا، ان کی شہادت غزوہ احد میں اس وقت ہوئی جبکہ وہ جنگ میں داد شجاعت دے رہے تھے اور اپنی شہادت سے پہلے پہلے وہ عثمان بن ابی طلحہ، ارطاۃ بن عبد شرجیل، اور سباع بن عبد العزیٰ کو جہنم رسید کر چکے تھے۔ (۴۷) ابن اثیر کے مطابق حضرت حمزہ نے اپنی شہادت سے قبل کل اکتیس ۳۱ کفار کو قتل کیا تھا۔ (۴۸)

شہادت حضرت حمزہ:

حضرت حمزہ کو وحشی نامی ایک غلام نے غزوہ احد کے دوران شہید کیا۔ وحشی، جو بعد ازاں اسلام لے آیا، اس واقعے کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''بدر کے دن حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طعیمہ بن عدی بن خیار کو مار ڈالا تھا۔ جبیر بن مطعم نے جو کہ میرے

مالک تھے مجھ سے یہ کہا کہ اگر تو حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے چچا طعیمہ کے بدلے میں مار ڈالے تو تم آزاد ہو۔ وحشی نے بیان کیا کہ جب لوگ عینین کی لڑائی کے سال نکلے جو احد کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے احد اور اس کے درمیان ایک وادی ہے اس وقت میں بھی لڑنے والوں کے ساتھ نکلا جب لڑائی کے لئے صفیں درست ہو چکیں تو سباع بن عبد العزی نے آگے نکل کر کہا کیا کوئی لڑنے والا ہے حمزہ بن عبد المطلب نے اس کے بالمقابل پہنچ کر کہا او سباع! ام انمار مقطعة البظور کے بیٹے کیا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے پھر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سباع کو گزرے ہوئے دن کی طرح بنا دیا (یعنی قتل کر دیا) وحشی نے کہا پھر میں قتل حمزہ کی فکر میں ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھ گیا جب حمزہ میرے قریب آئے میں نے ان کو اپنا حربہ پھینک کر مار دیا اور وہ ان کے زیر ناف ایسا لگا کہ سرین سے پار ہو گیا وحشی نے کہا یہ ان کا آخری وقت تھا جب اہل قریش مکہ میں واپس آئے تو میں بھی ان کے ہمراہ مکہ آ گیا۔ (۴۹)

ابن سعد نے حضرت حمزہ کی شہادت سلسلے میں بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے آگے دو تلواروں سے جنگ کر رہے تھے اور کہ رہے تھے کہ میں اسد اللہ ہوں یہ کہتے اور کبھی آگے جاتے کبھی پیچھے ہٹتے، وہ اسی حالت میں تھے کہ اچانک پھسل کر اپنی پیٹھ کے بل گر پڑے انھیں وحشی بن اسود نے دیکھ لیا اور انھیں حربہ کھینچ کے مارا اور قتل کر دیا۔ (۵۰)

سیدنا حمزہ کی شہادت کے بعد مشرکین نے آپ کی لاش کا مثلہ کیا، اور جیسا کہ ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ تمام ہی شہدا کا اس موقع پر مثلہ کیا گیا۔ (۵۱) ہند بنت عتبہ کے بارے میں ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس نے حضرت حمزہ کا مثلہ کیا اور پھر آپ کا جگر کھانے کی کوشش کی تاہم نگل نہ سکی، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو پسند نہ تھا کہ حمزہ کے جسم کا کوئی حصہ آگ میں جائے۔ (۵۲) تاہم ایک تو یہ روایت روایت ضعیف ہے (۵۳) نیز اس کے متن میں بھی نکارت ہے کہ حضرت ہند بعد ازاں مشرف با اسلام ہوئیں۔ (۵۴)

غم واندوہ نبوی بر شہادت حمزہ:

غزوہ احد کے خاتمے کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت حمزہ کو ڈھونڈنے نکلے تو آپ نے اپنے محبوب چچا کو بطن وادی میں اس حالت میں دیکھا کہ ان کا پیٹ چاک کیا ہوا تھا، جگر باہر نکلا پڑا ہے اور ناک و کان کٹے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ صفیہ کو رنج ہوگا اور میرے بعد یہ معاملہ سنت بن جائے گا، تو میں حمزہ کو اس حال پر چھوڑ دیتا حتیٰ کہ یہ درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں میں ہو جاتے۔ اگر خدا نے کسی جنگ میں مجھ کو قریش پر غالب کیا تو میں اس کے عوض ان میں سے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ (۵۵) بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس موقع پر سورہ نحل کی یہ آیت اتری کہ اگر تم بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر والوں کے لئے بہتر ہے (نحل)۔ اس روایت کے بارے میں گو حافظ ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور غزوہ احد میں واقع ہوا تو یہ روایت درست نہیں۔ تاہم ابن اسحاق و ابن جریر کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا

گیا ہے کہ پوری سورہ نحل مکی ہے ماسوائے اس کی آخری تین آیات کے جو احد کے بعد اس موقع پر نازل ہوئیں۔(۵۶) ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جائے شہادت حمزہ پر یہ بھی فرمایا:

''تم پر اللہ کی رحمت ہو تم ایسے تھے کہ معلوم نہیں ایسا صلہ رحم کرنے والا، خیرات دینے والا کوئی اور ہو۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمہارے بعد لوگوں کو رنج ہوگا تو میں یہ پسند کرتا کہ تمہیں بغیر کفن دفن کے چھوڑ دوں کہ اللہ مختلف جانوں سے تمہارا حشر کرے بیشک مجھ پر لازم ہے کہ تمہارے بدلے ان میں سے ستر آدمیوں کا ضرور ضرور مثلہ کروں۔(۵۷)''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ سے مخاطب ہو کر یہ بھی فرمایا کہ:

''تمہارے انتقال کا سا دکھ مجھے کبھی نہیں پہنچے گا، میں کبھی کسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں مجھے اس سے زیادہ غیظ وغضب ہوا ہو۔'' پھر فرمایا حضرت ''جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ حمزہ بن عبد المطلب کا نام ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں میں یوں لکھا گیا ہے حمزہ بن عبد المطلب اسد اللہ واسد رسولہ(۵۸)'' (حمزہ بن عبد المطلب اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں)۔

نماز جنازہ:

سیدنا حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد آپ کی تدفین کا مرحلہ آیا تو ابن اسحاق وابن سعد وغیرہ کے مطابق رسول اللہ کے حکم حضرت حمزہ کی لاش کو کپڑے میں لپیٹ دیا گیا پھر آپ نے سات تکبیر سے نماز جنازہ پڑھائی پھر دیگر شہداء کو باری باری لا کر حضرت حمزہ کی لاش کے برابر رکھ دیا جاتا چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ کے ساتھ سب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس طرح حضرت حمزہ کی بہتر۷۲ بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔(۵۹) گو کہ یہ روایت بہت مشہور ہے تاہم اس روایت کو امام سہیلی و حافظ ابن کثیر نے ضعیف قرار دیا ہے۔(۶۰) ساتھ ہی صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے غزوہ احد کے شہدا کی نہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور نہ انہیں غسل دیا گیا۔(۶۱) تاہم یہ بات بھی صحیح بخاری سے ہی ثابت ہے کہ غزوہ احد کے آٹھ برس کے بعد، اپنی وفات سے کچھ پہلے آپ ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔(۶۲)

تدفین:

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب، نے حضرت حمزہ کے کفن کے لئے دو چادریں دی تھیں تاہم ان میں سے ایک چادر میں ایک انصاری صحابی کو کفن دیا گیا اور دوسری میں حضرت حمزہ کو۔(۶۳) ابن سعد حضرت خباب سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔ ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں باہر ہو جاتے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ ان کا سر ڈھانک دیا گیا اور پاؤں پر اذخر یا حرمل (گھاس) ڈال دی گئی۔(۶۴) ان کی قبر میں حضرت ابوبکر، عمر، علی اور زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اترے۔(۶۵) حضرت حمزہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جحش کی تدفین بھی ایک ہی قبر میں ہوئی۔(۶۶) امام بیہقی نے متعدد روایات

بیان کی ہیں جن کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت معاویہ کے عہد میں احد میں چشمہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو بعض شہدائے احد کو وہاں سے منتقل کر دیا گیا۔ اس وقت لوگوں نے ان شہدا کی زیارت کی کہ ان کے اجسام بالکل تر و تازہ تھے اور دیکھنے والوں کو یوں لگتا تھا جیسے وہ سو رہے ہوں۔ اس دوران حضرت حمزہ کے پاوں پر کوئی پھاوڑہ لگ گیا تو اس طرح خون جاری ہو گیا جیسا کہ زندہ افراد کے ساتھ ہوتا ہے۔ (٦٧)

ممانیت ماتم:

آنحضرت ﷺ جب شہدا کی تدفین سے فارغ ہو گئے تو احد سے واپسی پر آپ کا گزر بنو عبد الاشہل سے ہوا جہاں خواتین اپنے مقتولین پر گریہ وزاری کر رہی تھیں، ان کا رونا دیکھ کر آپ کو اپنے چچا حضرت حمزہ یاد آ گئے اور آپ نے فرمایا کہ حمزہ کے لئے کوئی رونے والیاں نہیں۔ بنی عبد الاشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو جب معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایسا کہا ہے، تو انہوں نے اپنی خواتین کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ کے دروازے پر جا کر حضرت حمزہ پر روئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان خواتین کا رونا سنا تو فرمایا کہ یہ کون ہیں کہا گیا کہ یہ انصار کی خواتین ہیں آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا واپس جاؤ آج کے بعد رونا جائز نہیں، نیز آپ نے ابن سعد کے بقول رونے سے اس شدت سے منع کیا جس شدت سے آپ اور کسی (ناجائز) شے سے منع کرتے تھے۔ (٦٨) ابن سعد و بلاذری یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حمزہ کی قبر پر آ کر اس کی مرمت و اصلاح کرواتی تھیں۔ (٦٩)

ازواج و اولاد:

سیدنا حضرت حمزہ نے تین نکاح کئے جس سے ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئی۔ ان کے سب سے بڑے صاحبزادے عمارہ تھے۔ (٧٠) حافظ ابن حجر نے ان کا شمار صحابہ میں کیا ہے۔ (٧١) ان کی والدہ خولہ بنت قیس تھیں، جن کا تعلق بنی نجار سے تھا۔ (٧٢) یہ لاولد فوت ہوئے۔ (٧٣) ان کے نام پر حضرت حمزہ کی کنیت ابو عمارہ تھی۔ (٧٤) قاضی سلمان منصور پوری صاحب نے عمارہ کے ایک فرزند حمزہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ (٧٥) تاہم اس کی تصدیق کسی اور ماخذ سے نہیں ہو سکی۔ اس کے برعکس ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے الاصابہ میں ذکر کیا ہے کہ یعلیٰ کے سوا حضرت حمزہ کے کسی اور بیٹے کی اولاد نہیں تھی۔ (٧٦)

یعلیٰ، بکر اور عامر حضرت حمزہ کے دیگر صاحبزادے تھے۔ ان کی والدہ دختر ملۃ بنت مالک تھیں۔ (٧٧) ان میں بکر و عامر کی تو اولادیں نہ ہوئیں تاہم یعلیٰ، جن کے نام پر حضرت حمزہ کی کنیت ابو یعلیٰ تھی، کے پانچ بیٹے تھے۔ عمارہ، فضل، عقیل، زبیر اور محمد تاہم ان میں سے کسی کی نسل آگے نہ بڑھی۔ (٧٨) بلاذری نے ان کے چھٹے فرزند جن کا نام بھی یعلیٰ تھا، کا بھی ذکر کیا ہے۔ (٧٩)

حضرت حمزہ کی ایک صاحبزادی امامہ تھیں۔ ان کی والدہ حضرت سلمیٰ بنت عمیس تھیں۔ یہ وہی امامہ تھیں جن کی پرورش کے لئے حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ خواہش مند تھے اور رسول اللہ ﷺ نے امامہ کی پرورش کا فریضہ حضرت جعفر کو سونپ دیا کہ حضرت جعفر کی اہلیہ حضرت اسما، امامہ کی خالہ تھیں۔ (٨٠)

حضرت حمزہ کی دوسری صاحبزادی فاطمہ تھیں جن کی کنیت ام الفضل اور ام ابیہا تھی۔(۸۱) ان کی والدہ بھی حضرت سلمٰی بنت عمیس تھیں۔(۸۲)

حافظ ابن حجر نے حضرت حمزہ کی دو اور صاحبزادیوں کا بھی ذکر کیا ہے ایک امۃ اللہ بنت حمزہ، جن کے بارے میں حافظ صاحب کہتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ یہ وہی امامہ ہیں جن کا ذکر ہو چکا، اگر یہ کوئی اور ہیں تو ہوسکتا ہے کہ بچپن میں ان کا انتقال ہو چکا ہو۔(۸۳) دوسری سلمٰی بنت حمزہ ہیں، ان کے ذکر میں حافظ ابن حجر نے ان سے مروی ایک حدیث بیان کی ہے اور حالات زندگی بیان نہیں کئے ہیں۔(۸۴)

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ میانہ قامت کے تھے نہ زیادہ پست نہ زیادہ طویل۔(۸۵) بہادری وشجاعت آپ کا خاص وصف تھا ساتھ ہی عشق رسول بھی آپ کی زندگی کا حاصل تھا، اسی عشق کی بدولت آپ ایمان کی طرف راغب ہوئے یہی عشق ساری عمر آپ کی متاع عزیز رہا۔ پھر یہ عشق بھی دوطرفہ تھا جتنی محبت آپ کو رسول خدا سے تھی اتنی محبت اللہ کے رسول بھی آپ سے فرماتے تھے۔ جس کا واضح اظہار ان کلمات تاسف سے ہوتا ہے جو اللہ کے رسول نے حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد فرمائے تھے۔

سیدنا حمزہ کا شمار تاریخ کی ان عبقری شخصیات میں بھی ہوتا ہے جن کے کارناموں وشجاعت کی بدولت انہیں بعد ازاں ایک دیومالائی کردار کے روپ میں بھی پیش کیا اور وہ داستانوں کا بھی محور بنے رہے۔(۸۶) تاہم ان کے حقیقی کارنامے و کردار بھی ناقابل فراموش ہیں اور ایک محیر العقول شان کے حامل ہیں نہ صرف ان کے نام کے معنی اسد یعنی شیر کے ہیں۔(۸۷) بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں بھی اسم بامسمّٰی یعنی اسد اللہ واسد رسولہ ٹھہرے اور آج تک وہ جراءت وشجاعت کا ایک استعارہ ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن سعد، محمد، 'کتاب الطبقات الکبیر'، ج ۳، ص ۷

۲۔ زبیری، مصعب، 'نسب قریش'، ص ۱۷ اور بلاذری، احمد بن یحییٰ، 'کتاب الجمل من انساب الاشراف' ج ۴، ص ۳۸۱ میں جناب ہالہ کا والدہ کا نام اہیب درج ہے جبکہ ابن حزم، محمد، 'جمہرۃ انساب العرب'، ص ۱۵ میں وہیب درج ہے، کتاب الطبقات الکبیر میں ''وہیب'' اور ''اہیب'' دونوں درج ہے۔ دیکھئے، ابن سعد، ج ۱، ص ۷۵، نیز ج ۳، ص ۷۔

۳۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۷۔

۴۔ ابن سعد و بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۱۔

۵۔ حاکم، محمد بن عبداللہ، 'مستدرک علی الصحیحین'، ج ۳، حدیث ۴۹۵۰۔ ''**سید الشهداء حمزة بن عبدالمطلب، ورجل قام إلى إمام جائر فأمره ونهاه فقتله**'' شہداء کے سردار حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حکمران کے خلاف کلمہ حق کہا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا اور اس کی وجہ سے حکمران نے اس کو قتل کر دیا۔'' نیز، ابن الاثیر، عزالدین، 'اسد الغابہ'، ج ۲، ص ۶۷۔

۶۔ ایضاً، حدیث ۴۸۸۱، بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۱۔

۷۔ ابن الاثیر، ج ۲، ص ۶۷۔

۸۔ ابن سعد، ج ۱، ص ۸۸۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ ابن حبیب، محمد، 'المحبر'، ص ۱۰۶، ۱۰۷۔

۱۱۔ بلاذری، ج ۱، ص ۴۲۹۔

۱۲۔ زبیری، مصعب، ص ۱۷۔

۱۳۔ ابن ہشام، عبدالملک، 'سیرۃ النبی ﷺ'، ج ۱، ص ۳۶۷۔

۱۴۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ ماجرا دیکھنے والی اور بعد ازاں حضرت حمزہ سے بیان کرنے والی حضرت صفیہ کی کنیز سلمیٰ تھی۔ بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۳، جبکہ ایک تیسری روایت کے مطابق یہ بات خود جناب رسالت مآب ﷺ نے حضرت حمزہ سے بیان کی تھی۔ بیہقی، احمد بن حسین، 'دلائل النبوۃ'، ج ۲، ص ۲۱۳۔

۱۵۔ ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۶۷، ۳۶۸۔

۱۶۔ سہیلی، عبدالرحمٰن، 'الروض الانف'، ج ۲، ص ۴۴، ۴۵۔

۱۷۔ ابن کثیر، عماد الدین، 'البدایہ والنہایہ'، ج ۴، ص ۸۴۔

۱۸۔ ایضاً، ص ۴۵، گو ان اشعار کی صحت مشکوک ہے، دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۶۔

۱۹۔ ابن ہشام، ج ا، حاشیہ ص ۳۶۷۔

۲۰۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، ج ۳، حاشیہ ص ۱۵۳۔

۲۱۔ عوشن، محمد بن عبداللہ، ' ما شاع ولم یثبت فی سیرة النبویه'، ص ۵۲۔

۲۲۔ تفصیل سے لئے دیکھئے، عوشن، ۵۲۔ اور ابن ہشام ج ا، ص ۳۶۷ کا حاشیہ۔

۲۳۔ ابن ہشام، ج ا، ص ۳۶۸۔ ابن جریر، محمد، ' تاریخ الرسل والملوک'، ج ۲، ص ۳۳۴۔ ابن کثیر، ج ۴، ص ۸۳۔

۲۴۔ علی بن براہان الدین، سیرت حلبیہ'، ج ا، ص ۲۸۳۔

۲۵۔ ابن الاثیرہ، ج ۲، ص ۶۷۔ ابن حجرہ، ج ۲، ص ۶۲۰۔

۲۶۔ حاکم، ج ۳، ص ۲۳۰، ذکر عم رسول واخیہ من الرضاعة۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۸۔ نیز امام سہیلی نے الروض الانف میں حضرت حمزہ کے کچھ اشعار بیان کئے ہیں جوانہوں نے قبول اسلام کے وقت پڑھے تھے، ان اشعار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا یہ واقعہ دس نبوی کا ہے کیونکہ ان اشعار میں حضرت حمزہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں بنوثقیف کے ان مظالم سے آگاہ ہوں جوانہوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف کیے تھے۔ اب طائف کا سفر اور وہاں بنوثقیف کے مظالم ڈھانے کا واقعہ ۱۰ نبوی کا بیان کیا جاتا ہے لہٰذا اس طرح حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے سلسلے میں بیان کردہ سنین کی تین ممکنہ روایات ہیں ۲ نبوی، ۳ نبوی یا ۱۰ نبوی، تاہم قرین قیاس بات یہ ہے کہ امام سہیلی کے بیان کردہ ان اشعار کی نسبت حضرت حمزہ سے مشکوک ہے، کیونکہ یہ اشعار صرف امام سہیلی ہی بیان کرتے ہیں اور بھی بلا سند۔

۲۷۔ ابن کثیر، ج ۴، ص ۸۷۔

۲۸۔ بلاذری، ج ۴ ص ۳۸۳۔

۲۹۔ ایضاً۔

۳۰۔ ابن ہشام، ج ۲، ص ۹۸۔

۳۱۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۸۔

۳۲۔ ایضاً۔

۳۳۔ ابن ہشام ج ۲، ص ۲۴۶، ۲۴۷۔

۳۴۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۸، ۹۔ طبری، ج ۲، ص ۴۰۲، اس معاملے میں ابن ہشام دو روایات بیان کرتا ہے کہ یا تو پہلا جھنڈا حضرت حمزہ کو عطا ہوا یا حضرت عبیدہ بن حارث کو۔ ج ۲، ص ۲۴۷۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس حوالے اپنی تاریخ میں مختلف آراء پر بحث کی ہے۔ (ابن کثیر، ج ۵، ص ۲۷ تا ۲۸)۔

۳۵۔ ابن کثیر، ج ۵، ص ۲۲۔

۳۶۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۹۔

۳۷۔ ابن کثیر، ج ۵، ص ۲۹۔

۳۸۔ ایضاً، ج ۵، ص ۹۴۔

۳۹۔ ابن ہشام ج ۲، ص ۲۸۴۔

۴۰۔ ابن کثیر، ج ۵، ص ۹۵۔

۴۱۔ ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۸۴۔ بعض دیگر روایات میں حریفین کی ترتیب اس سے برعکس بھی بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ بلاذری نے واقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا، اس موقع پر حضرت حمزہ نے کہا کہ انا اسد اللہ و رسولہ اور عتبہ نے کہا کہ انا اسد الحلفاء اور حضرت حمزہ نے عتبہ کو قتل کر دیا۔ بلاذری، ج ۴، ص ۳۸۴۔

۴۲۔ ایضاً ص ۲۸۵۔

۴۳۔ ابن ہشام ج ۲، ص ۲۹۵۔

۴۴۔ ان میں سے بعض کفار کو کئی صحابہ نے مل کر قتل کیا۔

۴۵۔ ابن ہشام، ج ۲، **ذکر من قتل ببدر من المشرکین۔**

۴۶۔ یہ پہلے حضرت حمزہ کے ہاتھوں زخمی ہوا اور گرفتار کیا گیا بعد ازاں فدیہ دے کر رہا ہوا لیکن زخموں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو گیا۔ ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۹۴۔

۴۷۔ ابن ہشام ج ۳، ص ۹۵، ۹۶۔

۴۸۔ ابن الاثیر، ج ۲، ص ۶۸۔

۴۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، 'صحیح بخاری'، ج ۲، باب قتل حمزہ رضی اللہ عنہ۔ یہی واقعہ ابن ہشام ج ۳، ص ۱۹، ۲۰ میں کچھ تبدیلی کے ساتھ وحشی کی روایت میں بیان ہوا ہے۔

۵۰۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۱۱۔

۵۱۔ ابن الاثیر، ج ۲، ص ۶۸۔

۵۲۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۱۱۔

۵۳۔ ابن ہشام کی اس روایت کی تخریج اور اس کے حکم کے لئے دیکھئے سیرت ابن ہشام (محقق، مجدی فتحی السید) ج ۳، ص ۵۰ کا حاشیہ۔

۵۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، عوشن، ص ۱۴۹، ۱۵۰۔

۵۵۔ ابن ہشام، ج ۳، ص ۵۶۔

۵۶۔ صالحی، محمد بن یوسف، 'سبل الہدیٰ والرشاد'، ج ۴، ص ۳۲۸۔

۵۷۔ ابن سعد ج ۳، ص ۱۲۔

۵۸۔ حاکم، ج ۳، ص ۲۳۳، حدیث، ۴۹۴۸۔ ابن ہشام، ج ۳، ص ۵۷۔ تاہم یہ حدیث، حدیث ضعیف ہے۔

۵۹۔ ابن ہشام ج ۳، ص ۵۹۔ ابن سعد ج ۳، ص ۱۳، ۱۴۔

۶۰۔ سہیلی، ج ۳، ص ۲۸۲، ۲۸۳۔ ابن کثیر، ج ۵، ص ۴۲۸۔

۶۱۔ بخاری، امام، ج ۲، **باب من قتل من المسلمین یوم احد منهم حمزہ بن عبدالمطلب و الیمان و انس بن النضر و مصعب بن عمیر**، حدیث ۱۲۴۹۔

۶۲۔ ایضاً، باب غزوہ احد، حدیث ۴۲۱۳۔

۶۳۔ ابن سعد ج ۳، ص ۱۴۔

۶۴۔ ایضاً، ص ۱۳۔

۶۵۔ ایضاً، ص ۹۔

۶۶۔ ابن ہشام ج ۳، ص ۶۰۔ تاہم ابن اسحاق یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روایت میں نے صرف حضرت عبداللہ بن جحش کے اہل خانہ سے سنی ہے۔ نیز سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے۔

۶۷۔ بیہقی، ج ۳، ص ۲۹۱ تا ۲۹۴۔

۶۸۔ ابن سعد ج ۳، ص ۱۶۔

۶۹۔ ایضاً، ص ۱۷۔ نیز بلاذری، ج ۴، ص ۳۹۴۔

۷۰۔ ابن حجر، ج ۷، ص ۳۰۱۔ ابن حجر نے عمارہ بن حمزہ کے تذکرے میں یہ بھی شبہ ظاہر کیا ہے کہ عمارہ شاید حضرت حمزہ کی بیٹی کا نام ہے نہ کہ بیٹے کا۔

۷۱۔ ایضاً۔

۷۲۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۷۔

۷۳۔ ابن حزم، ج ۱، ص ۲۰۔

۷۴۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۷۔

۷۵۔ سلمان منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، 'رحمۃ للعالمین'، ج ۲، ص ۳۴۳۔

۷۶۔ ابن الاثیر، ج ۵، ص ۴۸۷۔ ابن حجر، ج ۱۱، ص ۴۶۱۔

۷۷۔ بلاذری، ۴، ص ۳۸۱۔

۷۸۔ ایضاً، ص ۸۔

۷۹۔ ایضاً، ص ۳۸۲۔

۸۰۔ ابن سعد ج ۳، ص ۸۔

۸۱۔ ابن حجر، ج ۱۴، ص ۱۰۰، ۱۰۱۔

۸۲۔ ایضاً، ص ۱۰۰۔

۸۳۔ ایضاً، ج ۱۳، ص ۱۸۶۔

۸۴۔ ایضاً، ج ۱۳، ص ۴۸۱۔

۸۵۔ ابن سعد، ج ۳، ص ۹۔

۸۶۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (Encyclopedia of Islam)، ۱۹۸۶ء، مقالہ: HAMZA b. ABD AL MUTTALIB"، ج ۳، لائیڈن، نیدرلینڈ، ص ۱۵۳۔

۸۷۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی، 'القاموس المحیط'، ص ۵۰۹۔

فہرست اسناد محولہ

۱۔ ابن الاثیر، عز الدین، ۱۹۹۴ء ''اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ''، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

۲۔ ابن حبیب، محمد، س ن، ''کتاب المحبر''، دار الآفاق الجدید، بیروت، لبنان۔

۳۔ ابن حزم، محمد بن علی بن احمد، س ن، ''جمہرۃ انساب العرب، دار المعارف، مصر۔

۴۔ ابن السائب الکلبی، ہشام بن محمد، س ن، ''جمہرۃ النسب''، دار الیقظۃ العربیۃ، دمشق۔

۵۔ ابن سعد، محمد، ۲۰۰۱ء ''کتاب الطبقات الکبیر'' مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر۔

۶۔ ابن کثیر، حافظ، عماد الدین، ابو الفدا، اسماعیل بن عمر، ۱۹۹۷ء ''البدایہ والنہایۃ''، ہجر، مصر۔

۷۔ ابن ہشام، عبد الملک، ۱۹۹۵ء ''سیرۃ النبی ﷺ''، دار الصحابۃ للتراث، طنطا، مصر۔

۸۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (Encyclopedia of Islam)، ۱۹۸۶ء، برل، لائیڈن، نیدرلینڈ۔

۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ۱۹۸۵ء ''صحیح بخاری'' (اردو)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، پاکستان۔

۱۰۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ، ۱۹۵۹ء ''انساب الاشراف''، ج ۱، دار المعارف، مصر۔

۱۱۔ ________، ۱۹۹۶ء ''کتاب الجمل من انساب الاشراف''، ج ۴، دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۱۲۔ بیہقی، احمد بن الحسین، ۱۹۸۸ء ''دلائل النبوۃ''، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

۱۳۔ زبیری، مصعب بن عبد اللہ بن مصعب، س ن، ''کتاب نسب قریش''، دار المعارف، قاہرہ، مصر۔

۱۴۔ حاکم، محمد بن عبد اللہ، نیشاپوری، ۲۰۰۲ء، ''المستدرک علی الصحیحین'' دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

۱۵۔ حلبی، علی بن برہان الدین، علامہ، ۱۳۴۹ھ ''السیرۃ الحلبیۃ''، مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، مصر۔

۱۶۔ سلمان منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، ۲۰۰۷ء ''رحمۃ للعالمین''، مرکز الحرمین الاسلامی، فیصل آباد، پاکستان۔

۱۷۔ سہیلی، عبد الرحمن بن عبد اللہ، امام، س ن، ''الروض الانف''، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

۱۸۔ صالحی، محمد بن یوسف، امام، ۱۹۹۷، ''سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد''، المجلس الاعلی الشؤون الاسلامیۃ، مصر۔

۱۹۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، امام، (۱۹۸۳ء؟)، ''المعجم الکبیر''، مکتبۃ ابن تیمیۃ، قاہرہ۔

۲۰۔ طبری، محمد بن جریر، ۱۹۶۹ء ''تاریخ الرسل والملوک''، دار المعارف، قاہرہ، مصر۔

۲۱۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، ۲۰۰۸ء ''الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ''، مرکز ہجر للبحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ، مصر۔

۲۲۔ عوشن، محمد بن عبد اللہ، (۱۴۲۸ھ؟)، ''ما شاع ولم یثبت فی سیرۃ النبویہ''، دار طیبۃ، ریاض۔

۲۳۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی، مجد الدین، علامہ، ۲۰۰۵، ''القاموس المحیط''، موسسہ الرسالۃ، بیروت، لبنان۔